1

من رآك لاينساك

پیکر علم و عمل

تحریر و ترتیب

ظفر عباس شہانی

مدرس جامعۃ الکوثر اسلام آباد

ادارہ نشر خدمات علماء



بسمہ تعالیٰ
نور علم ہر گھر کے ہر فرد کے لئے
WWW.SHAHANI.NET
الفقہ
اصول
کلام
حرف آغاز
تفسیر القرآن الکریم
ALLAMASHAHANI
SHAHANI.NET
SHAHANI
MORE DETAILS: ALI IMRAN 0344-535 6114 | RAZA ABIDI 0343-252 2004

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے)

نام کتاب	:	پیکرعلم وعمل
تحریروترتیب	:	ظفرعباس شہانی
تصحیح ونظرثانی	:	سیدغیورمہدی زیدی
کمپوزنگ	:	فرحت حسین،شعیب ہاشمی
تزئین وآرائش	:	محمد چوہدری،عبداللہ رضا
ادارہ	:	نشرخدمات علماء
تاریخ اشاعت	:	مارچ ۲۰۱۶
پبلشر	:	صادق پبلشرز،اسلام آباد

www.spublisher.com 0336-6241414

فہرست مطالب

انتساب

اپنے شفیق والدین اوران مہربان اساتذہ کے نام جن کی صحیح تربیت کی بدولت میں آج اس عظیم پیکر علم و عمل کی باتیں اوراس سے مربوط یادیں مومنین ذوی الاحترام کی خدمت میں پیش کرنے کے قابل ہوا۔

ظفر عباس شہانی (ستمبر ۲۰۱۳)

پیش لفظ:

یوں تو انسان کی زندگی کا ہر ہر لمحہ بہت قیمتی ہے کیونکہ یہ وہ نعمت الٰہی ہے جو ہر وقت شکر کی مقتضی ہے تا ہم بعض لمحات ایسے بھی ہوتے ہیں جو حاصل زیست بن جاتے ہیں۔ایسا ہی ایک لمحہ وہ تھا کہ جب جامعۃ المصطفی العالمیہ اسلام آباد کے مسئول حجۃ الاسلام مولانا انیس الحسنین خان نے مجھ سے رابطہ کیا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ علامہ سید باقر نقوی اعلیٰ اللہ مقامہ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے کوئی کام کرنا چاہتے ہیں اور ان کی یہ خواہش ہے کہ اس میں ان کی معاونت کروں۔

مجھے یقین کامل ہے کہ یہ میرے والدین کی دعاؤں کا اثر تھا کہ اس عظیم عالم کی خدمات کے تذکرے کے لیے میری خدمات کو شرف قبولیت حاصل ہوا۔

اس وقت ایک فیصلہ یہ بھی ہوا کہ علامہ مرحوم کی زندگی سے متعلق ایک کتاب شائع کی جائے۔باہمی مشاورت کے نتیجے میں یہ طے پایا کہ اگر چہ ان کے اکثر شاگرد اس جہان فانی سے انتقال کر گئے ہیں، لیکن پھر بھی چند ایسے حضرات بقید حیات ہیں جنہوں نے ان سے کسب فیض کیا ہے۔ان سے رابطہ کر کے معلومات اکٹھی کی جائیں۔ہم نے یہ بھی طے کیا کہ سنی سنائی باتیں جمع نہ کی جائیں بلکہ ان لوگوں سے معلومات لی جائیں جو یہ کہیں کہ ہم نے خود ان سے سنا یا ان کو دیکھا اور ہم خود اس محفل میں موجود تھے۔رابطہ کرنے کے بعد ان کے شاگردوں میں سے کچھ افراد ملے جنہوں نے خود ان سے یا ان کی موجودگی میں ان کے فرزندان ارجمند سے کسب علم کیا پھر میں نے خود دوستوں کے ہمراہ دورہ کیا سب کو ملا، انٹرویو کیے جو آج بھی ریکارڈنگ کی صورت میں مفصل موجود ہیں۔الختصر سرگودھا، جھنگ، خانیوال، بھکر کے پے در پے سفر کے نتیجے میں جو معلومات مل سکیں ان کو تحریری شکل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

ہم نے جن لوگوں سے معلومات حاصل کیں ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

1. حجۃ الاسلام علامہ محمد حسین نجفی سرگودھا
2. محترم جناب مولانا سید حسن علی نقوی عرف جانے یا علی کنڈ سرگانہ
3. محترم جناب مولانا مقبول حسین ڈھکو جھنگ
4. محترم جناب مولانا محمد رفیق بدھ رجبانہ جھنگ
5. محترم جناب مولانا محمد نواز کربلائی جھنگ

6. محترم جناب سید سجاد حسین نقوی چک ۳۸ خانیوال

7. محترم جناب سید محمد صادق نقوی چک ۲۳ کھاوڑ بھکر

8. محترم جناب مرید کاظم خان بلوچ کوٹلہ جام

ہم ان تمام حضرات کے شکر گزار ہیں کہ جن کی عطا کردہ معلومات کے نتیجہ میں ہم مومنین کے حضور روز وشب کے دھندلکے سے کچھ یادگار مناظر پیش کرنے کے قابل ہوئے۔

دعا ہے خداوند متعال ہم سب کی توفیقات خیر میں اضافہ فرمائے اور ہم سب کو اپنے اسلاف کی خدمات کو یاد رکھنے اور ان سے فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

ظفر عباس شہانی

جامعۃ الکوثر اسلام آباد

آئینہ حیات

نام:	علامہ سید محمد باقر نقوی چکڑالوی
ولدیت:	مولانا سید گل محمد شاہ
ولادت:	یکم رمضان المبارک ۱۲۹۴ھ ۱۸۸۱ء
وفات:	۱۹ صفر المظفر ۱۳۸۶، ۹ جون ۱۹۶۶
مدفن:	کہاوڑ ضلع بھکر

ادوار حیات:

۱۸۸۱_۱۹۰۹	سکول و مدرسہ کی تعلیم حاصل کی
۱۹۰۹_۱۹۱۴	عربی فاضل اور منشی فاضل کے امتحانات اورینٹل کالج میں تدریس
	نجف اشرف کا سفر
۱۹۱۴_۱۹۲۵	چکڑالہ میں تدریس
۱۹۲۵_۱۹۴۴	چک ۳۸ خانیوال میں تدریس
۱۹۴۵_۱۹۶۶	بدھر جبانہ جھنگ میں تدریس

ولادت

استاذ العلماء حضرت علامہ سید محمد باقر نقوی یکم رمضان المبارک ۱۲۹۴ھ کو بمقام چکوالہ ضلع میانوالی کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے

ابتدائی تعلیم

آپ کو بچپن ہی سے حصول علم کا بے حد شوق تھا۔ چنانچہ پرائمری تک مقامی سکول میں تعلیم حاصل کی۔ صرف ونحو کی ابتدائی کتب اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا سید طالب حسین سے پڑھیں اور اسی طرح مولانا محمد عیسیٰ کے رو برو بھی زانوئے تلمذ تہ کیا جو فرقہ اہل قرآن کے بانی عبداللہ چکڑالوی کے صاحبزادے تھے۔

تکمیل تحصیلات

علامہ سید محمد باقر نقوی کی تشنگیٔ علم دور کرنے کے لیے مقام اور وسائل ناکافی تھے جبکہ آپ کا شوق حصول علم بے پایاں تھا۔ چنانچہ یہی شوق آپ کو حضرت مولانا شریف حسین کے پاس جگراؤں ضلع لدھیانہ لے گیا۔ وہاں تحصیل علم کیا پھر لکھنؤ میں بھی کچھ عرصہ رہے۔ اسکے بعد اورنٹیل کالج لاہور آگئے اور پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ۱۹۰۹ء میں مولوی فاضل کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ منشی فاضل کا امتحان بھی پاس کیا۔ کچھ عرصہ اورنٹیل کالج میں مدرس بھی رہے۔

اس کے بعد نجف اشرف تشریف لے گئے۔ نجف اشرف میں کچھ عرصہ قیام کیا اگرچہ نجف اشرف کی فضا انہیں بے حد پسند آئی تھی اور ان کا وہاں سے واپسی کا ارادہ نہ تھا تاہم جب نجف اشرف میں آیت اللہ العظمیٰ سید ابوالحسن اصفہانیؒ سے ملاقات ہوئی، تبادلہ افکار ہوا تو انہوں نے حکم دیا کہ واپس اپنے وطن جائیں اور وہاں خدمت کریں جس پر قبلہ بہت اداس ہوئے لیکن مرجع کے حکم کی تعمیل میں واپس آگئے۔ غالباً یہ ۱۹۱۴ کا زمانہ تھا کہ جب آپ

نے سلسلہ درس وتدریس چکڑالہ میں ہی شروع کر دیا۔

تاسیس مدارس

مدرسہ علمیہ چکڑالہ

علامہ مرحوم ترویج علوم محمدؐ وآل محمدؑ کے عاشق تھے اور یہی وجہ ہے کہ تعلیم سے فراغت کے بعد زندگی کے آخری لمحات تک وہ تدریس میں مصروف رہے۔جیسا کہ راقم عرض کر چکا ہے کہ نجف اشرف میں مختصر قیام کے بعد آپ اس وقت کے مرجع اعظم کے حکم پر واپس تشریف لائے اور یہاں آتے ہی چکڑالہ میں دینی مدرسہ قائم کیا اور اپنی علمی صلاحیت سے قابل ذکر تعداد میں شاگرد جمع کر لیے یوں تقریباً بارہ سال تک آپ چکڑالہ میں تدریس فرماتے رہے اور لطف یہ ہے کہ مدرسہ میں طلباء بھی تھے تدریس بھی جاری تھی لیکن تعلیم وتعلم کے امور میں اس قدر مستغرق تھے کہ مدرسہ کا باقاعدہ نام تک نہ رکھا۔مسجد کے قریب دو کمروں پر مشتمل ایک بے نام مدرسہ سے چشمہ فیض جاری ہوا۔

مدرسہ علمیہ چک ۳۸ خانیوال

علامہ مرحوم کوچہ کوچہ قریہ قریہ علم کی شمع سے روشن کرنے کے آرزومند تھے۔آپ چاہتے تھے کہ دین محمدؐ وآل محمد علیہم السلام گھر گھر پہنچے۔یہی سبب تھا کہ آپ نے مختلف علاقوں کا سفر کیا اور جہاں موقعہ میسر آیا وہاں دینی مدرسے کے قیام کی کوشش کی۔

مدرسہ علمیہ چک نمبر ۳۸ خانیوال ان ابتدائی مدارس میں سے ایک تھا جو علامہ مرحوم کی انتھک اور بے لوث دینی وعلمی خدمات کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

۱۹۲۵ یعنی قیام پاکستان سے تقریباً ۲۲ سال قبل آپ اس مدرسہ کو قائم کرنے کے لئے چک ۳۸ خانیوال تشریف لائے اور اس علاقے کے مومنین بالخصوص سادات کرام کو دینی مدرسہ کے قیام پر آمادہ کیا۔علامہ مرحوم اس دور دراز علاقے میں شمع علم روشن کرنے کے اس قدر آرزومند تھے کہ وہاں کے بچوں کو مدرسہ کے ماحول سے مانوس کرنے کے لئے کچھ طلبا بھی اپنے ہمراہ لائے تاکہ مدرسہ روز اول ہی سے آباد نظر آئے اور نئے طلباء کو مدرسہ کا ماحول اجنبی نہ لگے۔

علامہ مرحوم کی اس حکمت عملی اور سچی لگن کے نتیجے میں گاؤں میں پہلے سے موجود مسجد آباد ہوگئی اور اس سے ملحقہ کمرے مدرسہ کہلانے لگے۔میرے نزدیک خدا کی قدرت کا منہ بولتا ثبوت بھلا اور کیا ہوگا کہ اس مختصر بے وسائل مدرسہ کے پہلو سے علم وحکمت کے پھول کھلنے لگے۔

جن کی خوشبو سے اس وقت کے غیر منقسم ہندوستان اور قیام پاکستان کے بعد وطن عزیز کا گوشہ گوشہ مہکنے لگا۔

مدرسہ علمیہ چک ۳۸ خانیوال وہ یادگار مدرسہ ہے کہ جس سے صف اول کے بزرگ علمائے کرام نے کسب فیض کیا۔ اس مرحلے پر اس تاریخ ساز حقیقت کا ذکر بے جا نہ ہوگا کہ علامہ مرحوم اپنے مقدس مشن سے اس قدر مخلص اور اپنے امور کار میں اس قدر مستغرق تھے کہ ان کے نزدیک مدرسہ کا نام کوئی اہمیت نہ رکھتا تھا۔ گویا ان کا یہ عمل بعد میں آنے والوں کے لئے ایک درس تھا کہ نام کی بجائے کام کو ہر حال میں مقدم جاننا چاہیے یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اس مدرسہ کے طلباء کے طعام کا بندوبست وہاں کے سادات کرام کیا کرتے تھے۔

چک نمبر ۳۸ خانیوال میں یہ شمع علم ۱۹۲۵ء سے ۱۹۴۵ء یعنی تقریباً ۲۰ سال تک ضوفشاں رہی۔ افسوس کہ علامہ مرحوم کے ترک سکونت کے بعد وہاں کے سادات کرام اس یادگار علمی مرکز کو حالات کی دست برد سے محفوظ نہ رکھ سکے اور یوں یہ مدرسہ جاری وساری نہ رہ سکا۔

مدرسہ مخزن العلوم الجعفریہ ملتان

علامہ مرحوم ومغفور مدارس دینی کے قیام کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا مقصد سمجھتے تھے۔ یہی سبب ہے کہ آپ مختلف علاقوں کا بنظر عمیق جائزہ لیا کرتے تھے اور جہاں ذرا سا بھی امکان نظر آتا وہاں مدرسہ کے قیام کے لئے کوشاں ہو جاتے تھے۔

شیعہ میانی ملتان کا ایک دور افتادہ وپسماندہ علاقہ تھا۔ یہاں مومنین کی کثیر تعداد آباد تھی۔ تاہم غربت اور تنگ دستی کے باعث ان کے لئے کسی دینی مدرسہ کا قیام محض ایک خواب تھا۔ علامہ مرحوم اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ لوگ دینی مدرسہ کے قیام کو اپنے لئے ایک معاشی بوجھ تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ مدرسہ علمیہ چک ۳۸ خانیوال میں قیام کے دوران جب آپ مولانا سید گلاب علی شاہ صاحب کو مومنین کے علاقے شیعہ میانی ملتان روانہ کرنے لگے اور حسب روایت آپ نے فقط ایک طالبعلم کو ان کے ہمراہ بھیجنے کی اطلاع دی تو علامہ مرحوم کی توقع کے عین مطابق شیعہ میانی کے مومنین نے اپنی تنگ دستی کو جواز بنایا اور تقابل کرتے ہوئے شہر ملتان کے وسط میں موجود مدرسہ باب العلم نسبتاً آسودہ حال مدرسہ کا ذکر کیا۔ علامہ مرحوم کیونکہ شیعہ میانی ملتان کے مومنین کی سوچ سے آگاہ تھے لہٰذا آپ بہ نفس نفیس شیعہ میانی تشریف لے گئے اور وہاں کی امام بارگاہ میں تشریف فرما ہوئے۔ شیعہ میانی کے مومنین علامہ مرحوم کا بے حد احترام کرتے تھے اور جب انہیں پتہ چلا کہ آپ شیعہ میانی تشریف لائے ہیں تو وہ سب کے سب آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

علامہ مرحوم نے مدرسے کے قیام کی اہمیت وافادیت مختصراً بیان فرمائی اور اس سے پہلے کہ مومنین اپنی کم مائیگی کا تذکرہ کرتے آپ نے ان کے سروں پر دست شفقت پھیرا اور دعا دیتے ہوئے فرمایا کہ کوئی مدرس یا

طالب علم کسی پر بوجھ نہیں ہوتا بلکہ یہ سب مہمانان رسول مقبول ﷺ ہوتے ہیں، تو کیا آپ لوگ نہیں چاہتے کہ رسول خدا ﷺ کے مہمان آپ کے مہمان بنیں اور وہ بھی ایسی صورت میں کہ آپ میں سے ہر شخص محض ایک طالب علم کو کھانا دے اور یہ میرے سامنے جو ذاکرین کی استراحت کے لئے اس امام بارگاہ میں کمرہ ہے اس میں طلباء قیام کریں۔ پس نہ علیحدہ قیام کا کوئی جھنجٹ اور نہ ہی قیام کے لئے کسی بلڈنگ کی تعمیر کا مسئلہ!

ہاں! البتہ جب کوئی ذاکر مجلس کے لئے آئے گا تو طلباء اس کے لئے جگہ بنا دیا کریں گے، الغرض علامہ مرحوم نے اس علاقے کے مومنین کے تمام خدشات رفع کر دیئے۔ اس لئے کہ آپ کی دوررس نگاہیں شیعہ میانی کا وہ تابناک مستقبل دیکھ رہی تھیں کہ جب یہ علاقہ شیعیان حیدر کرار کا مرکز ہوگا اور آسودگی و خوشحالی میں کسی بھی علاقے کے ہم پلہ ہوگا۔

خدا گواہ ہے کہ علامہ مرحوم کی دوررس نگاہوں نے جو منظر اس عالم ویرانی و بدحالی میں دیکھا تھا کہ جب شیعہ میانی کو ملتان شہر کا نہایت دور افتادہ و پسماندہ علاقہ سمجھا جاتا ہے اور کچہری چوک سے آگے شہر ملتان سے شیعہ میانی جانے والی ٹوٹی پھوٹی سڑک کے دونوں اطراف اجاڑ ویران کھجوروں کے جھنڈ اور قبرستان کی خاموشی شروع ہو جایا کرتی تھی جبکہ شیعہ میانی بستی کے گندے پانی کا عین وسط میں واقع بڑا تالاب سارا سال اٹا رہتا تھا ، مچھر، مکھی تنگ گلیوں اور کچے نیم پختہ مکانوں کے سامنے سے گندے پانی کی کھلی نالیوں کے باعث گلیوں میں چلنا دشوار ہوا کرتا تھا۔ ایسے حالات میں علامہ مرحوم ہی کا عزم صمیم تھا کہ جس کی بدولت مدرسہ مخزن العلوم الجعفریہ ملتان قائم ہوا، اور یوں قبلہ صاحب موسس مخزن العلوم الجعفریہ قرار پائے اور آپ کے قدموں کی برکت نے یہ اعجاز دکھایا کہ آج شیعہ میانی شہر ملتان سے نا صرف یہ کہ متصل ہے بلکہ اس کا نقشہ ہی یکسر بدل چکا ہے۔ اور مخزن العلوم جعفریہ وطن عزیز پاکستان کی قابل فخر اور ملت تشیع کی مایہ ناز دینی درسگاہ کے طور پر جانی پہنچانی جاتی ہے۔ اس عظیم دینی ادارے کا وجود آج ساکنان شیعہ میانی کے لیے کسی نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں ہے۔

مدرسہ باقر العلوم بدھ رجبانہ (جھنگ)

۱۹۴۵ میں علامہ مرحوم ضلع جھنگ کی ساکنہ مائی جنداں سیال کی دعوت پر بدھ رجبانہ ضلع جھنگ تشریف لائے اور پھر زندگی کے آخری وقت تک یہاں قیام پذیر رہے۔ یہاں پر بھی مسجد کے ساتھ دو، تین کمروں پر مشتمل ایک مدرسہ بنایا گیا۔ یہاں پر بھی بہت سے لوگوں نے آپ سے کسب فیض کیا اور جب تک وہ زندہ رہے اس مدرسہ کا باقاعدہ کوئی معین نام نہیں تھا۔ یہاں پر طلبہ کا کھانا مائی جنداں مرحومہ کے گھر سے آتا تھا۔ ان کی وفات کے بعد اس مدرسہ کو باقر العلوم کا نام دے دیا گیا۔ الحمد للہ تادم تحریر یہ مدرسہ اپنی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔

مدرسہ باقر العلوم کوٹلہ جام

اس علمی مرکز کی تشکیل میں علامہ مرحوم کا بنیادی کردار ہے۔ جس کی روداد یہ ہے کہ بھکر میں کوئی دینی مدرسہ نہیں تھا علاقہ کے مؤمنین سے حاصل ہونے والی معلومات کے مطابق بھکر کے نشیب میں واقع نوانی گاؤں میں علم دوست لوگوں کا ایک اجتماع ہوا، اور ایجنڈا یہ تھا کہ بھکر میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا جائے لیکن اس اجلاس میں بھکر شہر کے لوگ کہتے تھے کہ مدرسہ بھکر شہر میں بنایا جائے جبکہ سادات جھوک قلندر بخش نشیب پنجگرائیں اپنے پاس یہ مدرسہ بنانا چاہتے تھے۔ کافی غور و فکر کے بعد بھی کوئی فیصلہ نہ ہوسکا اور نشست مؤخر کر دی گئی۔ انہی ایام میں علامہ مرحوم اپنے انتہائی قریبی دوست حاجی الہٰی بخش مرحوم کے ہاں کوٹلہ جام تشریف لائے۔ اس وقت کوٹلہ جام میں ایک شیعہ مسجد تھی جو موجودہ مرکز سے تھوڑے فاصلے پر محلہ بلوچاں میں تھی۔ الہٰی بخش مرحوم نے علامہ مرحوم سے عرض کیا کہ ہم اپنے گھر کے قریب (جہاں موجودہ مرکز ہے) مسجد بنوانا چاہتے ہیں۔ آپ اگر اجازت دے دیں۔ قبلہ نے مسجد کی اجازت دی اس دوران قبلہ مرحوم کو بھکر میں مدرسہ قائم کرنے کی کوششوں سے بھی آگاہ کیا گیا اور یہ بھی بتایا گیا کہ آج کل پھر ایک اجلاس ہونے والا ہے، علامہ مرحوم نے نوانی میں ہونے والے اجلاس میں کوٹلہ جام کے تین مومنین کو بھی شرکت کے لیے بھیجا اور اپنی رائے بھی دی کہ اگر مدرسہ کوٹلہ جام میں بنادیا جائے تو بہتر ہے بالآخر طے پا گیا کہ مدرسہ کوٹلہ جام میں بنے گا۔

علامہ مرحوم نے اپنے شاگرد رشید مولانا عبدالحسین خان شہانی آف نوانی کو مسجد کا خطیب اور مدرس معین فرمایا، اس مدرسہ کی مسجد اور مدرسہ کی زمین مدرسہ کے پڑوسی سادات کرام اور کھہاوڑ قوم کے لوگوں نے عطیہ کی، بعد میں علامہ مرحوم کی ذاتی لائبریری مدرسہ کو دی گئی جو آج تک وہاں موجود ہے۔ یہ مدرسہ آج بھی بحمداللہ خدمت دین مبین اسلام میں مصروف عمل ہے۔

انداز تدریس

علامہ مرحوم خاص انداز تدریس کے مالک تھے۔ آپ کے پاس صبح طلباء آتے تھے اور آپ کلاس شروع کر دیتے تھے، کتب کو رٹانے کی بجائے فنی علوم پر ان کی نگاہ ہوتی تھی۔ کہ آیا طالب علم عبارت کو سمجھ بھی رہا ہے یا نہیں۔ ایک دفعہ ان سے سوال کیا گیا کہ آیا عبارت کا معنی جاننا ضروری ہے یا نحوی قوانین کا جاننا ضروری ہے تو فرمایا کہ دونوں لازم و ملزوم ہیں، پھر سوال کیا کہ ان میں سے مقدم کون سا ہے اور مؤخر کون سا تو فرمانے لگے ان میں تلازم ایسا ہے کہ تقدم وتأخر کا فرق مشکل ہے۔

آپ کا اسلوب تدریس یہ تھا کہ درس سے پہلے عبارت ضرور پڑھواتے اور بہت محنت کرتے تھے۔ زیادہ تر

خود تدریس فرماتے تھے۔جبکہ ابتدائی طلبا کو پڑھانے کی ذمہ داری ان کے فرزندان کی تھی۔

طرز زندگی

علامہ مرحوم کا لہجہ بہت دھیمہ تھا آپ کو کسی نے کبھی کسی کے ڈیرے پر جاتے نہیں دیکھا۔جب کبھی جگرانواں ٹرین پر جاتے تو تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لیتے تھے۔آپ کا دو کمروں پر مشتمل بغیر برآمدہ کا ایک گھر تھا جس کے دونوں کمرے کچے تھے۔آپ کا اپنا قیام زیادہ تر مدرسہ کے ایک کچے کمرہ میں ہوتا تھا۔

آپ کا پورا خاندان ایک ہی چوپال میں رہتا تھا۔لطیف مزاج کے مالک تھے۔انتہائی کم گو تھے۔گھر بہت کم تشریف لاتے تھے۔اپنے کمرے میں ہی رہتے تھے۔اپنے بیٹے سید زین الدین حسین کی شادی میں ان کے ہمراہ فقط انکی والدہ کو بھیجا۔

یتیمان آل محمد کے ساتھ انتہائی اخلاق سے پیش آتے تھے ہر ایک کی عزت کرتے تھے۔جس کی وجہ سے اپنے پرائے سب آپ کی عزت کرتے تھے۔

مہمان داری اپنے گھر سے کرتے تھے مدرسے سے نہیں کرتے تھے۔محبوب غذا مسور کی دال تھی۔بال لمبے رکھتے تھے۔نماز کے وقت پگڑی باندھتے تھے۔

کھدر اور ملیشیا کا لباس زیب تن کرتے۔سردیوں میں سر پر ٹوپی پہنتے تھے۔

دستخط میں لکھتے تھے (قاصر محمد باقر)۔

خاموش طبع اور نرم مزاج تھے۔

نماز کی امامت خود کرواتے تھے۔صبح کی نماز کے بعد مجلس پڑھتے تھے۔

طلباء کے ساتھ انتہائی شفیق تھے۔کبھی ان کو ناراض ہوتے نہیں دیکھا، نہ ہی کوئی غیض وغضب دیکھا۔ایک مرتبہ طالب علم کی کسی غلطی پر ناراض ہوئے، اور اس کو ڈانٹا تو کچھ ہی دیر بعد بلا کر معذرت کی کہ میں نے تمہیں ڈانٹا ہے۔

اگر علاقے کا کوئی دنیاوی مسئلہ ہوتا تو اس کا فیصلہ آپ کے فرزند سید ناصر الدین حسین کرتے تھے۔

سراپا، پہناوا اور غذا:

آپ کمزور اور نحیف جسم کے مالک تھے۔درمیانہ قد تھا سفید ریش تھے۔پگڑی باندھتے تھے ایک مرتبہ جوتے کو پیوند لگانے کے لیے موچی کے پاس لے گئے تو اس نے کہا کہ اب تو پیوند لگانے کی جگہ بھی نہیں ہے۔خاکی کھدر کا لباس پہنتے تھے۔ناشتے میں لسی اور باسی روٹی کے چند لقمے ہوتے تھے۔قبلہ صاحب کا کھانا ان

کے اپنے گھر میں تیار ہوتا تھا اور اگر کبھی سالن میں لذت محسوس فرماتے تو فوراً پانی ملا لیا کرتے تھے۔

عزاداری

اکثر اوقات تنہائی میں ذکر مصائب کرتے اور بہت گریہ فرماتے اور با آواز بلند روتے۔ عربی فارسی مرثیہ کے علاوہ سرائیکی مرثیہ بھی پڑھتے تھے۔ محرم کی مجالس جگرانواوں میں پڑھتے تھے۔

آپ عربی/ فارسی کتاب کا پہلے متن پڑھتے پھر ترجمہ کرتے اور مصائب بیان کرتے ہوئے اس طرح گریہ فرماتے کہ جیسے کسی جوان پر ماتم ہو رہا ہو۔ علامہ مرحوم عام مجالس میں شرکت نہیں فرماتے تھے۔

آخر عمر میں گھر میں مجلس پڑھتے تھے۔ محرم کا پورا عشرہ گھر میں پڑھتے تھے۔ ہمیشہ ان الدین عند اللہ الاسلام ان کا موضوع سخن ہوتا تھا۔ وعظ، فضائل اور مصائب میں کتاب کا حوالہ دے کر متن پڑھا کرتے تھے۔

اپنے گھر کی چاردیواری میں مجلس پڑھتے۔ آیت اور روایت کا متن پڑھ کر ترجمہ کرتے مصائب بھی حوالہ دے کر پڑھتے لیکن گریہ اتنا فرماتے کہ زیادہ دیر تک نہ پڑھ سکتے۔ یکم سے گیارہ محرم تک اپنے گھر میں مجلس پڑھتے تھے۔ سامعین بھی خاص ہوتے تھے وعظ و نصیحت بھی زیادہ کرتے تھے۔ ہر نماز کے بعد تعقیبات ادا کرتے تھے۔ اور اس کے بعد مصائب ضرور پڑھتے تھے اور گریہ بھی کرتے جاتے تھے۔ یعنی عزاداری ان کی تعقیبات کا حصہ تھی۔ اس کے بعد عربی و فارسی مرثیہ زیادہ پڑھتے تھے۔

امام بارگاہ میں مجلس ہوتی تھی۔ قبلہ مرحوم شرکت نہیں فرماتے تھے۔ البتہ جتنے بھی ذاکر اور خطیب مجلس کے لیے آتے وہ قبلہ کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتے تھے۔

ایک دفعہ قبلہ صاحب کو وضو کرانے کے لیے نماز شب کے وقت طالب علم کمرہ میں داخل ہوا تو قبلہ صاحب جاگ رہے تھے اور مرثیہ پڑھ رہے تھے اور گریہ وزاری کی آواز بلند تھی حالانکہ وہاں کوئی آدمی موجود نہ تھا تب طالب علم نے لالٹین جلائی اور دیکھا تو قبلہ صاحب سر پر رومال رکھ کر گریہ کر رہے تھے طالب علم نے قدموں پر ہاتھ رکھا تو اسی دوران بس اتنا فرمایا "اچھا، اب بس"، جب طالب علم نے اصرار کیا کہ یہ گریہ کی آواز کہاں سے آرہی تھی تو فرمایا کہ انسانوں کی طرح جن بھی مومن ہوتے ہیں، صبح آتے ہیں۔ میں چند اشعار سنا دیتا ہوں وہ اپنی عبادت کر کے چلے جاتے ہیں۔

مولوی محمد یار مرحوم باب العلوم ملتان کے مدرس تھے، صدر الافاضل تھے، بڑے لائق تھے۔ قبلہ مرحوم ان کے پاس مہمان تھے۔ ایک رات ان کو گوشت سبزی کا سالن دیا وہ ہر لقمے پر نمک اور پھر سالن لگاتے اور فرماتے کہ نمک میرے لیے مکمل سالن ہے جب دوران کھانا معلوم ہوا کہ اس میں گوشت ہے تو سالن چھوڑ دیا بعد میں پتہ چلا

کہ جب بھی وہ سفر زیارت پر روانہ ہوتے ہیں تو گوشت نہیں کھاتے تھے۔قبلہ صاحب کی صحت نے جب تک ساتھ دیا وہ کربلائے معلی جاتے رہے۔

دعاء ومناجات:

مفاتیح الجنان کی اکثر دعائیں قبلہ کو حفظ تھیں۔دعائے کمیل زبانی پڑھتے تھے۔قرآن مجید کی اکثر سورتیں قبلہ کو حفظ تھیں۔

تقویٰ و پرہیزگاری

افضل الذکر لاالہ الااللہ کا عام ورد کرتے تھے۔قبلہ صاحب مستحبات باقاعدہ ادا کرتے تھے۔نماز کی امامت خود کراتے تھے۔ہر جمعہ ظہرین کے بعد وعظ فرماتے تھے۔۵۱ رکعت نماز کی پابندی کرتے تھے۔

حافظ کفایت حسین مرحوم خود فرماتے تھے کہ قبلہ صاحب نے فرمایا تھا کہ ہر روز دو پارے قرآن کی تلاوت کیا کرو۔یہ نصیحت کچھ اس انداز میں کی گئی کہ میں نے اپنے ساتھ عہد کیا کہ اب ہر روز دو پارے کی تلاوت ضرور کروں گا قبلہ مرحوم غیبت سے کما حقہ اجتناب فرماتے تھے۔ملک غلام اکبر اعوان آف بوچھال راوی ہے کہ ایک مرتبہ علامہ سید محمد یار نقوی مرحوم اور ملک سلطان علی ننگیانہ مرحوم کے درمیان کچھ ناراضگی ہوگئی قبلہ مرحوم کو پتہ چلا تو بونگہ جھمٹ ضلع خوشاب تشریف لائے اور وہاں آ کر پیر سید فضل حسین شاہ کو بھی بلوایا۔قبلہ مرحوم نے پیر صاحب مرحوم کو حکم دیا کہ آپ جلال پور تشریف لے جائیں اور وہاں علامہ سید محمد یار شاہ اور ننگیانہ صاحب کے درمیان صلح کروائیں۔وہ وہاں تشریف لے گئے اور واپس آ کر قبلہ مرحوم کو تفصیل بتانا چاہی تو قبلہ مرحوم نے ٹوک کر فرمایا کہ فقط اتنا بتائیں کہ صلح ہوئی ہے یا نہیں تفصیل بیان نہ کریں یعنی قبلہ صاحب طرفین کے الزامات سننے کے لیے تیار نہیں تھے۔جب پیر صاحب نے دوبارہ بتانے کی کوشش کی تو بھی سننے کے لیے تیار نہ ہوئے۔تب پیر صاحب مسجد میں چلے گئے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ متقی عالم اور رفقط متقی کے درمیان کتنا فرق ہے۔ایک دفعہ مولانا سید گلاب علی شاہ نے قبلہ مرحوم سے کہا کہ پیر فضل شاہ نے ایک بات کی ہے جو مجھے ناگوار گزری ہے تو قبلہ مرحوم نے فرمایا کہ بس چھوڑ دو۔وہ پرہیزگار آدمی ہے ذکر نہ کرو۔انسان ہے کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے تو انہوں نے مولانا گلاب علی شاہ کو اس بات کا ذکر کرنے سے روک دیا۔

مولانا سید عبدالستار آف جھوک قلندر بخش جو قبلہ کے شاگرد رشید تھے۔مجالس بھی پڑھتے تھے۔ایک دفعہ فرمایا کہ عبدالستار کبھی قربۃ الی اللہ مجلس بھی پڑھی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا قبلہ میں ہمیشہ اپنے خرچہ پر جاتا ہوں کبھی کوئی لالچ دنیا نہیں کیا تو قبلہ نے جواب میں فرمایا کہ قربۃ الی اللہ کے لیے یہی کافی نہیں ہے،یہ بتاؤ کبھی دل میں

افسوس ہوا کہ آج مجلس نہیں بنی؟ تو جواب میں عرض کیا کہ قبلہ یہ تو ہوتا ہے۔تو قبلہ نے فرمایا کہ پھر یہ معاملہ قربۃ الی اللہ کا تو نہ ہوا۔

یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں کہ اگر کوئی شخص اموال واجبہ قبلہ صاحب کو دیتا تو وہ اسی دن مختلف مقامات پر منی آرڈر بھیج دیتے تھے۔اور ایک رات بھی اپنے پاس نہیں رکھتے تھے۔ایک دفعہ مغرب کا وقت تھا اذان ہونے والی تھی۔وضو کے لیے پانی منگوایا اور اپنے شاگرد مولانا محمد رضا خان نوانی سے پوچھا کہ محمد رضا رقم منی آرڈر کر دی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا قبلہ آج ڈاکخانہ نہیں جاسکا۔فرمایا فوراً جاؤ اور ابھی رقم ڈاکخانہ پہنچا کر آؤ۔اس وقت وہ بہت بے سکون ہو گئے کہ رقم آج روانہ کیوں نہ ہوئی۔جب وفات ہوئی تو ان کے پاس کسی بھی قسم کا اموال واجبہ موجود نہیں تھا۔فقط چار سو روپے موجود تھے اور ان کے بارے میں بھی فرما رکھا تھا کہ جب فوت ہو جاؤں تو دفن کے بعد اس کو تقسیم کر دینا۔

قبلہ صاحب کے ایک دوست ڈاکٹر طفیل صاحب جو لاہور رہتے تھے۔ایک دفعہ انہوں نے مجبور کیا کہ آپ لاہور تشریف لائیں اور مجلس پڑھیں۔درحقیقت اس مجلس کا اصل بانی کوئی اور سید تھا اور جرمنی میں سفیر تھا مجلس سن کر وہ لوگ بہت متاثر ہوئے اور اصرار کیا کہ محرم کی مجالس بھی ان کے ہاں پڑھیں قبلہ صاحب نے فرمایا کہ محرم تو میں اپنے گھر پڑھتا ہوں۔کافی اصرار کے بعد صاحب عزاء نے ایک چیک بک نکالی اور کہا کہ آپ جتنا چاہیں اس میں رقم لکھ لیں لیکن محرم پڑھ دیں۔جس پر قبلہ صاحب فوراً کھڑے ہو گئے اور تیور بدل گئے اور جن کے پاس قیام پذیر تھے انہیں حکم دیا کہ مجھے ابھی واپس پہنچاؤ اور اس شام سے پہلے واپس گھر کو روانہ ہو گئے۔یہ واقعہ ۱۹۶۱ء کا ہے۔صاحب عزاء نے آپ کی روانگی کے بعد دس ہزار روپے بذریعہ ڈاک بھیجے ایک طالب علم وہ رقم لے کر قبلہ کے پاس آیا اور پوچھنے پر بتایا کہ لاہور میں آپ نے جو مجلس پڑھی تھی انہوں نے یہ رقم بھیجی ہے۔جس پر قبلہ صاحب بہت ناراض ہوئے اور حکم دیا کہ یہ رقم فوراً واپس بھیج دو۔

احتیاط اور زہد کی منزل یہ تھی کہ کتب حفظ ہونے کے باوجود جب کوئی شرعی مسئلہ آتا تو عروۃ الوثقیٰ یا وسیلۃ النجاۃ کی طرف رجوع فرماتے اور عین عبارت نقل فرماتے۔نماز پنجگانہ کی امامت خود فرماتے اور نمازیوں کی سہولت مختصر آیات قرآن پڑھتے تھے۔

رات کو سونے سے پہلے تعقیبات کے اختتام پر بطور خاص فرماتے کہ میری چارپائی کو غور سے دیکھو کہ صحیح قبلہ رخ ہے یا کہ نہیں؟ اور پھر فرماتے کہ حقیقی امت کی پہچان یہ ہے کہ جو عارضی زندگی کی بجائے آخری اور ابدی زندگی پر نگاہ رکھے۔نیند بھی موت کی طرح ہے کہ واقعی موت آجائے تو میں قبلہ رخ سویا ہوں۔

ایک دفعہ جناب مولانا حافظ سیف اللہ مرحوم ان کے پاس تشریف لائے تو قبلہ علامہ نے پوچھا کہ حافظ صاحب

کہاں رہتے ہیں تو حافظ صاحب نے جواب دیا کہ قبلہ لیہ کے قریب کچھ زمینیں ہیں وہاں رہتا ہوں تو جواب میں علامہ نے فرمایا کہ سیف اللہ محتاط رہنا وہاں اشتمال ہوئی ہے اور پٹواریوں کی ہیرا پھیری سے غریب لوگوں کے اچھے رقبے کسی اور کو منتقل ہو گئے ہیں تو حافظ صاحب نے کہا قبلہ زمین تو ہمیں وہیں ملی ہے تو علامہ نے جواب دیا کہ آپ کیسے وہاں کاشت کاری کر کے روزی کماتے ہیں اگر میں ہوتا تو مسواک کی لکڑی بھی نہ توڑتا۔

ایک دفعہ ان کے شاگرد نے چھاج میں گندم کی بجائے کوئی اور چیز ڈال کر گھوڑی کے سامنے رکھی تو اس کی خبر قبلہ کو ہوئی تو اپنے شاگرد سے فرمایا کہ آپ جماعت نہ کرایا کریں اس لیے کہ آپ نے ایک حیوان کو دھوکا دیا ہے۔

ایک دفعہ مومن عامل پیر سید فضل حسین شاہ اور استاذ العلماء ایک محفل میں اکٹھے تھے تو پیر فضل شاہ صاحب نے کہا کہ قبلہ لوگ مجھے پرہیزگار اور مقدس سمجھتے ہیں اور ہر وقت اس فکر میں ہوتا ہوں کہ کہیں حقیقی مقدس لوگ میری وجہ سے بدنام نہ ہو جائیں تو قبلہ صاحب جواب میں فرمانے لگے کہ پیر صاحب میرے نام کے ساتھ لفظ مولوی کا پیوند لگا ہوا ہے میں بھی ہر وقت اس فکر میں ہوتا ہوں کہ کہیں میری وجہ سے حقیقی علماء بدنام نہ ہو جائیں۔

ایک مرتبہ پیر عبد الرحمٰن گاؤں میں مسجد تعمیر ہو رہی تھی اس کی دیواریں بن چکی تھیں تو کسی نے قبلہ سے سوال کیا کہ سرکاری سڑک پر بجری بے کار پڑی ہے کیا مسجد کے لیے وہاں سے اٹھا لیں فرمانے لگے کہ انسان کی عزت سب سے قیمتی ہے اگرچہ حکومت غیر شرعی ہے لیکن پہلے تو یہ دیکھ لیں کہ یہ بجری کسی ٹھیکیدار کی ملکیت تو نہیں ہے اور اگر ہے تو پھر کسی بھی صورت جائز نہیں اور اگر حکومت کی ملکیت ہے تو پھر بھی میں یہی کہوں گا کہ احتیاط برتی جائے اور اس سے اجتناب کیا جائے۔

تبلیغ و تربیت

چک ۳۸ خانیوال میں نماز صبح سے قبل ایک پوری صف تہجد گزاروں کی ہوتی تھی۔ ہر جمعہ ظہرین کے بعد وعظ فرماتے تھے۔ اگر کوئی غیر شیعہ کسی مسئلہ کے بارے میں پوچھتا تو آپ سوال کرتے کہ آپ کس امام کے ماننے والے ہیں اور اسے اسکے مسلک کے مطابق جواب دیتے۔

تقلید پر بہت زیادہ زور دیتے تھے۔ بلکہ جب کوئی مسئلہ پوچھنے آتا تو پوچھتے کہ تقلید کس کی کرتے ہیں؟ اگر کوئی جواب میں کہتا کہ میں تقلید نہیں کرتا تو فرماتے پھر مسئلہ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ پہلے تقلید کرواتے پھر مسئلہ بتاتے اس زمانے میں آیت اللہ ابوالحسن اصفہانی کی تقلید کرواتے تھے۔ اگر کوئی مسئلہ کتاب میں نہ ہوتا تو نجف خط لکھ کر جواب منگواتے تھے۔

ایک دن درخت کے نیچے قبلہ درس دے رہے تھے کہ ایک عالم دین عبا قبا پہنے وارد ہوئے اور کہنے لگے کہ میں نجف اشرف جانا چاہتا ہوں آپ مدد فرمائیے تو جواب میں فرمایا کہ میں آپ کو بھیج سکتا ہوں بشرطیکہ آپ وہاں پڑھائی پر توجہ دیں۔ گھومنا پھرنا چھوڑ دیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ شرائع الاسلام ہے اس کی عبارت پڑھیں، موصوف اس میں کمزور نکلے پھر اپنے ایک شاگرد سے فرمایا کہ آپ عبارت پڑھیں اس کے بعد پھر اس مہمان سے فرمایا کہ بہتر ہے کہ جو کچھ آپ کے پاس ہے وہ بھی میں اس طالب علم کو دے دوں بجائے اس کے کہ میں آپ کی مدد کروں۔

چک ۳۸ میں آخری وعظ سید غلام عباس شاہ کے گھر کیا اگر چہ قبلہ بہت کم گو اور نرم مزاج کے مالک تھے لیکن پھر بھی انہوں نے آخری وعظ میں سادات کی موجودگی میں فرمایا کہ میں نے آپ سادات کو بہت تبلیغ کی لیکن آپ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اب غیر سادات سے کہوں گا کہ جو ایمان بچانا چاہتے ہیں وہ چک ۳۸ سے نکل جائیں، وعظ کے اختتام پر غلام حبیب نامی شخص جو قبلہ صاحب کو بہت پیار کرتے تھے انہوں نے سوال کیا کہ قبلہ لوگ تو دور دراز سے یہاں آ کر دفن ہونے کی خواہش کرتے ہیں تا کہ آپ جنازہ پڑھائیں تو اب آپ فرماتے ہیں چلے جاؤ ہم کہاں جائیں تو قبلہ نے جواب میں فرمایا کہ حالات نظر آ رہے ہیں یہ سادات آپ لوگوں سے سادات قتل کرائیں گے سادات کی توہین کرائیں گے اس لیے کہا ہے کہ ایمان بچانے کے لیے یہاں سے نکل جاؤ۔ (اور بالآخر یہی ہوا)

آخر عمر میں ہر شب جمعہ بھی اپنے گھر میں مجلس پڑھتے تھے۔ خواتین بھی پردے کے پیچھے بیٹھ جاتیں تھیں طلباء اور چند نفر سامنے بیٹھ جاتے احادیث وفرامین پڑھتے رہتے۔ عربی مرثیہ جات پڑھتے اور خود بھی بہت زیادہ گریہ کرتے تھے۔ یہ بات بھی اکثر فرماتے تھے کہ شیعو اول تو ہر روز بعد از نماز عشاء ورنہ ہر شب جمعہ نماز شکرانہ پڑھا کرو کہ تمھیں مذہب اہلبیت ؑ نصیب ہوا۔

ایک دفعہ مشہور ذاکر احمد بخش بھٹی نے کہا کہ قبلہ اگر آپ میری مجلس میں نہ آتے اور دوسروں کی مجالس میں شرکت فرماتے تو مجھے تکلیف ہوتی تو قبلہ نے جواب میں فرمایا کہ میرے نزدیک آپ اور دیگر خطباء سب برابر ہیں لہذا کوشش کرو کہ صحیح پڑھو احادیث ائمہ علیہم السلام پڑھا کرو۔

علمی کمالات

علامہ مرحوم کو ہر فن کی کافی کتب حفظ تھیں مثلاً شافیہ کافیہ، سلم، تلخیص البیان وغیرہ، مولانا مرحوم یکتاء روزگار تھے۔ اعرابی غلطی اصلاً قبول نہیں کرتے تھے ۱۹۴۴ سے ۱۹۶۶ تک بغیر کتاب دیکھے پڑھاتے رہے۔

مولانا سبط حسن لکھنوی جو خطابت میں اپنی مثال آپ تھے۔انہوں نے ۱۹۱۶ء میں فاضل کا امتحان دیا تو اس کے بعد علامہ مرحوم نے ملاقات میں کہا کہ مولانا آج بھی اورینٹل کالج آپ کے نام سے گونج رہا ہے۔علامہ مرحوم نے ۱۹۰۹ء میں تعلیمی بورڈ کو جس انداز سے ٹاپ کیا پھر کوئی شخص علامہ مرحوم پر سبقت نہ لے سکا علامہ مرحوم نے فاضل کے پیپر میں جواب مضمون نامی پیپر عربی نظم میں لکھا تھا جو آج تک ریکارڈ ہے۔علامہ مرحوم پر کسی کا سبقت لے جانا اس لیے بھی مشکل ہے کیوں کہ ان کے ہر پیپر میں ۹۹ فیصد نمبر تھے۔

علامہ مرحوم کے اساتذہ میں عبداللہ ٹونکی نام کے ایک معروف اہل سنت عالم بھی تھے جن کا دعویٰ تھا کہ حمد اللہ کتاب لکھی تو حمد اللہ نے ہے لیکن سمجھی میں نے ہے اور میں نے جتنا بھی سمجھا ہے اسے سوفیصد یاد کیا ہے محمد باقر نے۔اس بات کی شہادت یہاں سے بھی ملتی ہے کہ علامہ مرحوم نے فاضل عربی میں جو حمد اللہ کا پیپر حل کیا تھا وہ کئی سال تک اورینٹل کالج لاہور میں آویزاں رہا علامہ مرحوم نے خود فرمایا کہ میرے استاد نے فرمایا کہ محمد باقر تو پڑھتا نہیں بلکہ پڑھاتا ہے۔

قصبہ ملہووالی ضلع اٹک میں ادبیات کا ماہر مولوی نور محمد نامی شخص تھا جو تدریس بھی کیا کرتا تھا۔اس نے شیعہ عقائد پر فرضی اعتراضات مرتب کیے اور ایک ایسی تحریر بنائی جس کا نصف حصہ فارسی اور نصف حصہ عربی زبان پر مشتمل تھا۔یقیناً اس حکمت عملی کا مقصد علامہ مرحوم کو اپنی زبان دانی سے مرعوب کرنا تھا۔علامہ مرحوم تک یہ تحریر پہنچی تو آپ نے نہایت فصیح و بلیغ انداز تحریر اپنایا اور فارسی و عربی میں اس قدر مبسوط جواب دیا کہ مذکورہ شخص ہاتھ ملتا رہ گیا۔

اہم واقعہ

قبلہ مرحوم اپنے زمانہ طالب علمی میں حصول علم کے حد درجہ شیدائی تھے یہاں تک کہ حصول علم کے لیے غیر مسلک و عقیدہ کے لوگوں سے بھی رجوع فرمایا کرتے تھے۔اسی سلسلہ میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ایک ایسے استاد سے درس لینے گئے جو اثنا عشری نہ تھا مذکورہ شخص آپ کی حد درجہ ذہانت و خطابت اور خدا داد صلاحیت سے اس قدر حاسد ہوا کہ آپ کو زہر خورانی سے قتل کرنے کا مذموم ارادہ کیا خوش قسمتی سے قبلہ مرحوم کو اس سازش کا بروقت علم ہو گیا اور آپ نے وہاں سے ترک سکونت فرمائی۔

عربی ادب پر آپ کو کمال حاصل تھا جب آپ سند فراغت حاصل کر کے وطن واپس آئے تو چکڑالہ کے ایک سنی عالم مولانا احمد خان ۱۳۵۰ھ نے آپ سے تحریری مناظرہ چھیڑا اور عربی نظم جو دس اشعار پر مشتمل تھی لکھ بھیجی۔
حضرت علامہ نے اس کے جواب میں سو اشعار لکھ بھیجے جو

کے وزن پر تھے۔اس کے بعد مولانا احمد خان نے کوئی تحریر نہیں بھیجی تقسیم سے قبل ۴۵ سال تک آپ عشرہ کی مجالس اور چہلم کی مجالس جگرؤاں ضلع لدھیانہ(انڈیا) میں پڑھتے رہے۔ان مجالس کا مجموعہ بنام ُالمجالس المرضیہ فی اذکار العطرت نبویہ" حضرت مولانا حسین بخش جاڑا نے شائع کرایا ہے۔

فقہ پر قبلہ مرحوم کو بڑا عبور تھا لکھنو سے بھی خطوط فقہی مسائل کے بارے میں آتے تھے۔ایک دفعہ نواب عارف خان سیال جو کہ مائی جنداں کے بھائی اور اسمبلی میں چیف وہپ تھے۔انہوں نے ایک مسئلہ پوچھا تو قبلہ صاحب نے فرمایا کہ جمعہ کے روز بتاؤں گا۔نواب عارف خان نے اصرار کیا کہ قبلہ آپ اکثر جواب دینے کے لیے جمعہ کا وعدہ کیوں فرماتے ہیں اس میں کیا راز ہے تو قبلہ نے جواب فرمایا آپ تجاہل عارفانہ سے کام نہ لیں کیا آپ کا عقیدہ نہیں ہے کہ ہمارے وقت کا امام موجود ہے حجت خدا موجود ہے۔جن سے میں ہر مشکل میں رابطہ کرتا ہوں۔

علمی مناظروں میں شرکت

یوں تو آپ نے کئی علمی مناظروں میں شرکت کی تاہم درج ذیل دو مناظروں کا ریکارڈ ہمیں دستیاب ہوسکا:

۱۹۱۱ میں مناظرہ تلہ گنگ میں مولانا سید گل محمد صاحب اور ان کے بیٹے حضرت مولانا سید محمد باقر چکڑالوی موجود تھے اور انہوں نے مدمقابل مولانا کو عربی میں ایک تحریر لکھ کر بھیجی کہ وہ اس کا ترجمہ اردو میں کرے لیکن وہ نہ کرسکا (بحوالہ مقدمہ الحق مع الحید رالکرار،ص نمبر ۲۰،ناشر دارالتبلیغ الشیعہ مکھیال،چکوال)

۱۹۲۳ کے مناظرہ کندیاں میں آپ معاون مناظر تھے مکتب تشیع کی جانب سے مناظر مولانا مرزا احمد علی امرتسری تھے اور مولانا سید محمد باقر چکڑالوی ان کے معاون تھے(بحوالہ فاضل جلیل،مؤلف مولانا سید احمد شاہ کاظمی،حالات وخدمات،ص ۷۲،طبع راولپنڈی)۔

داغ مفارقت

مئی ۱۹۶۶ کے آخری ہفتہ میں قبلہ کی طبیعت بدھ رجبانہ میں ناساز ہوگئی تو حکم دیا کہ مجھے بھکر لے چلو کیونکہ قبلہ کی ساری اولاد اس وقت بھکر چک ۲۳ کھہاوڑ کلاں منتقل ہو چکی تھی۔چنانچہ یکم جون بدھ،جمعرات کی درمیانی شب کو یہاں سے روانہ ہوئے اور ۲ جون کی صبح کھہاوڑ پہنچ گئے۔یاد رہے کہ علامہ مرحوم کی اصل میزبان مائی جنداں سیال تقریباً ایک سال پہلے ہی وفات پا چکی تھی۔اور اب مدرسہ میں بھی محض چار پانچ طلبہ موجود تھے۔جو کہ علامہ مرحوم کے ساتھ بھکر آگئے۔جن میں مولانا طاہر حسین ترابی (مرحوم) پرنسپل جامعہ نقویہ پنج گرائیں،اور مولانا محمد رفیق موجودہ

پرنسپل مدرسہ باقر العلوم بدھ رجبانہ بھی شامل تھے ۔علامہ مرحوم کی زندگی کا آخری ہفتہ یہاں گزرا۔

پھر ۹ جون بروز جمعرات صبح نماز کے وقت جب جاگے تو خود فرمایا ان شاءاللہ میری نجات ہوگئی ہے نماز پڑھی سورج طلوع ہوا تقریباً صبح سات بجے ان کے فرزند سید ناصر الدین مرحوم نے جب دوا دینے کی کوشش کی تو فرمایا کہ اب کوئی فائدہ نہیں پھر آسمان کی طرف نظر کی اور فرمایا انشاءاللہ میری نجات ہوگئی ہے ۔اس وقت باہر ایک درخت تھا وہاں ان کی چارپائی لے گے وہاں پر پھر فرمایا کہ ان شاءاللہ میری نجات ہوگئی ہے ۔پھر ان کو کمرے میں لے جایا گیا۔وہاں سیدھے لیٹے تھے تو موقع پر موجود افراد نے بتایا کہ قبلہ آسمان کی طرف آنکھیں کھول کر اس طریقے سے دیکھ رہے تھے جیسے ایک عام بینا شخص دیکھتا ہے شاید یہ وہ لمحے تھے جن کے بارے میں امیرالمؤمنینؑ کا ایک فرمان موجود ہے کہ:

من یمت یرنی

جو بھی مرتا ہے وہ مجھے دیکھتا ہے

اور زبان حال سے اپنے عزیزوں اور چاہنے والوں کو پیغام دے رہے تھے جسے شہید سبط جعفر نے یوں تعبیر کیا ہے:

میں چلا ہوں علی سے ملاقات کو

جس کی تھی آرزو وہ گھڑی آگئی

اور اس کے بعد ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی

اناللہ وانا الیہ راجعون

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

۹ جون بروز جمعرات ۱۹ صفر المظفر کا دن تھا۔اس وقت دور نزدیک سبھی مؤمنین کو آپ کی رحلت کی اطلاع دی گئی ۔مغرب سے پہلے نماز جنازہ ادا کردی گئی اور ان کے حکم کے مطابق ان کے شاگرد رشید مولانا سید غلام عباس نقوی مرحوم نے پڑھائی۔

پسماندگان:

علامہ مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے تین فرزند عطا فرمائے اور انہوں نے تینوں کو زیور علم دین سے مزین کیا اور وہ تینوں بھی وفات پاچکے ہیں ۔جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مولانا سید ناصر الدین حسین نقوی مرحوم

مولانا سید ضیاء الدین حسین نقوی مرحوم

مولانا سید زین الدین حسین نقوی مرحوم

ایک یادگار واقعہ

قبلہ کی وفات کے چند دن بعد ایک مرد اور عورت فاتحہ کے لیے وہاں آئے۔ فاتحہ کے بعد پوچھا گیا آپ کون ہیں ہم آپ کو نہیں جانتے تو مرد نے کہا کہ میں گزشتہ دنوں بھکر آیا ہوا تھا۔ واپس گیا تھا تو میری بیوی نے بتایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں نجف زیارات پر گئی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ ایک خاتون اور دو تین مرد ایک سمت سے باعجلت آرہے ہیں میں نے پوچھا کہ یہ خاتون کون ہیں کسی نے کہا یہ خاتون جنت ہیں میں جلدی آگے گئی اور زیارت کی خواہش کی تو فرمانے لگی ہم بہت جلدی میں ہیں ہمارا ایک مومن جس نے ہم پر احسان کیا ہے سفر آخرت کی تیاری کر رہا ہے اور ہم نے وہاں پہنچنا ہے جب میری بیوی نے یہ بتایا تو میں نے کہا کہ گذشتہ دنوں بھکر میں ایک سید عالم دین فوت ہوئے ہیں یقیناً وہی ہونگے۔ تو ہم اس لیے یہاں آئے ہیں۔

تاثرات

مرزا احمد علی مرحوم نے شیعہ میانی میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ محمد باقر ابوذر زمان ہے۔

قبلہ کے استاد مولانا شریف حسین مرحوم نے فرمایا کہ محمد باقر میرے باقیات وصالحات سے ہے۔

حافظ کفایت حسین نے فرمایا کہ شیعہ خوش قسمت ہیں کہ ان کو سید محمد باقر جیسا عالم ملا ہے۔

سید محمد دہلوی نے فرمایا کہ اگر کوئی عالم اور زاہد کے بارے میں شیعہ سے پوچھے تو ہم سید محمد باقر اور پیر فضل حسین شاہ کا نام لیں گے۔

علامہ رشید ترابی نے فرمایا: شورکوٹ والو! کتنے خوش قسمت ہو کہ تمہارے قریب زم زم جاری ہے۔

مرحوم ذاکر شیر شاہ ملتانی ایک دفعہ چک ۳۸ مجلس کے لیے آئے مسجد میں نماز پڑھی اور فارغ ہونے کے بعد قبلہ مرحوم کے پاس آئے اور آپکے قدموں کو چھوا اور کہا کہ اپنے استاد اور آپکے علاوہ شیر شاہ کسی کے قدموں کو چھوئے یہ ہو ہی نہیں سکتا۔

ایک شخص قبلہ مرحوم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرا فلاں شخص سے کام ہے وہ چند دن جناب کے ساتھ رہا تھا۔ اگر آپ اس کے نام خط دے دیں شاید میرا کام ہو جائے اس شخص کے اصرار پر قبلہ مرحوم نے خط لکھا کہ میں محمد باقر ہوں۔ آپ اور میں فاضل کی کلاس میں چند روز اکٹھے تھے اس شخص کا آپ سے کام ہے اگر کر دیں تو مہربانی ہوگی۔ جب اس سائل نے یہ رقعہ اس افسر کو جا کر دیا تو اس نے فوراً کام بھی کر دیا اور جواب

لکھا کہ "من رأک لاینساک" یعنی جس نے محمد باقرآپ کو ایک دفعہ دیکھ لیا وہ کبھی نہ بھولا ۔

مولانا زین العابدین مرحوم شاہ گردیز ملتان میں خطیب تھے ۔انکے پاس مولانا سید گلاب علی شاہ، فاضل کاامتحان پاس کرنے کے بعد علامہ مرحوم کا خط لے کر آئے کہ انہوں نے فاضل کیا ہوا ہے ۔آپ امداد کریں تا کہ ان کو بحیثیت مدرس سرکاری سکول میں ذمہ داری مل جائے، مولانا زین العابدین شاہ نے اس خط کو چوما آنکھوں پر لگایا اور فرمایا کہ اگر ہمارے مذہب میں بیعت جائز ہوتی تو میں اس سید کی ضرور بیعت کرتا۔

علامہ محمد حسین نجفی نے فرمایا: میں نے بہت کم ایسے علماء دیکھے ہیں کہ جو اپنے علم کے مطابق عمل کرتے ہوں واجبات تو بجائے خود مستحبات کو بھی بروقت بجالاتے ہوں ایک روایت ہے کہ امام صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ انبیاءؑ اور ائمہؑ کے بعد بہترین لوگ کون سے ہیں تو امامؑ نے فرمایا العلماء اذا صالحوا (صالح علماء) پھر سوال کیا ۔ابلیس اور اس کے انصار کے بعد بدترین خلائق کون ہیں تو جواب میں فرمایا وہ علماء جو بے عمل ہوں ۔بے شک استاذ العلماء باعمل تھے ۔مومن کامل تھے ۔اور یہ کہ ایسی شخصیات روز روز پیدا نہیں ہوتیں ۔

ے ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

معروف تلامذہ

یوں تو آپ کے کافی شاگرد ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں ۔

استاذ العلماء حضرت علامہ سید محمد یار شاہ نجفی اعلیٰ اللہ مقامہ
استاذ العلماء حضرت علامہ سید اختر عباس نجفی اعلیٰ اللہ مقامہ
استاذ العلماء حضرت علامہ سید گلاب علی شاہ نقوی اعلیٰ اللہ مقامہ
مولانا سید غلام عباس نقوی مرحوم
مولانا خواجہ محمد لطیف انصاریؒ مرحوم
مولانا سید محبوب علی شاہ مرحوم
مولانا سید آغا محسن شہید ۔
حضرت مولانا علامہ حسین بخش نجفی مرحوم
حضرت مولانا سید محسن علی چھینویؒ مرحوم
مولانا طاہر حسین ترابی مرحوم

مولانا سید عبدالستار شاہ مرحوم

مولانا عبدالحسین خان نوانی مرحوم

مولانا محمد رضا خان نوانی مرحوم

مولانا سید الطاف حسین نقوی مرحوم

اس کے علاوہ وہ تلامذہ جو بقید حیات ہیں:

1. حجۃ الاسلام حضرت علامہ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی
2. مولانا سید حسن علی نقوی عرف جانے یا علی
3. مولانا مقبول حسین ڈھکو
4. مولانا محمد رفیق
5. مولانا محمد نواز کربلائی



مولانا سید شریف حسین نقوی شریف العلماء (استاد علامہ باقر ہندی)

ابن سید رجب علی (ارسطو جاہ) آف جگراوں لودھیانہ مشرقی پنجاب